© rasailojaraid.com

انتقاد

مصلحینِ اُمت

یہ کتاب مصر کے مشہور عالم، مصنف اور مفکر استاد ڈاکٹر احمد امین مرحوم کی تصنیف "زعماء الاصلاح فی عصر الحدیث" کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کے مترجم شیخ نذیر حسین ایم اے ہیں۔ مکتبۂ علمیہ لیک روڈ لاہور نے اسے شائع کیا ہے قیمت درج نہیں۔

احمد امین مصر کے اس دَور کے مشہور اہلِ قلم میں سے ہیں۔ مرحوم نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں مسلمانوں کے عقلی ارتقاء کی تاریخ جو فجر الاسلام، ضحی الاسلام اور ظہر الاسلام کے نام سے کئی جلدوں میں ہے۔ مرحوم کا سب سے بڑا اور پائدار تصنیفی کارنامہ ہے۔ احمد امین جامعہ مصریہ قاہرہ میں پروفیسر تھے۔ وہ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ طٰہٰ حسین کی طرح احمد امین بھی قدیم نظام تعلیم کے فارغ التحصیل ہیں یعنی پہلے وہ "شیخ" تھے۔ قدیم علوم حاصل کرنے کے بعد اُنہوں نے جدید علوم پڑھے۔ اور یورپ کی ایک دو زبانیں بھی سیکھیں۔ اس کے بعد وہ "آفندی" ہوئے۔ اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں نام پیدا کیا۔

احمد امین میں جہاں تبحر علمی ہے وہاں ان کا ایک امتیازی وصف اعتدال ہے اور یہ اُن کی ہر کتاب اور تحریر میں نمایاں ہے، ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ جو بات وہ کہتے ہیں اس کا تجزیہ کر کے اور اس کا سیاق و سباق بتا کر اس طرح پیش کریں کہ قاری اُس کی معقولیت کا قائل ہو جائے۔

اس کتاب میں مرحوم نے عہد حدیث کے ان دس زعماء اصلاح کے حالات لکھے ہیں:- محمد بن عبدالوہاب، مدحت پاشا، سید جمال الدین افغانی، سر سید احمد خان، سید امیر علی، خیر الدین پاشا تونسی، علی مبارک پاشا، عبداللہ ندیم، سید عبدالرحمٰن الکواکبی اور شیخ محمد عبدہ۔

مقدمہ کتاب میں مصنف نے عالمِ اسلام کے عروج و اقبال کے بعد اُس کے زوال کا تذکرہ کرتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوئے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا ہر شعبہ پستی اور جہالت کے گرداب میں گھرا ہوا تھا۔ سیاست، معاشرت اور معیشت سب استبداد، ظلم اور لوٹ کھسوٹ سے عبارت تھے۔ علوم سے مراد صرف علوم دینی تھے۔ اور اُن کی کائنات بس متون اور حواشی کو پڑھنا اور حفظ کرنا تھا، مذہب محض ظاہری رسوم کا نام تھا جس سے نہ دل میں حرارت پیدا ہوتی، اور نہ روح کو سکون ملتا۔ یہ حالات تھے جب یکے بعد دیگرے یہ مصلحین پیدا ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپنے زمانے، ماحول اور ذاتی صلاحیتوں کے مطابق اصلاحی جدوجہد کرتے ہیں، ان میں سے بہتوں کو دلیس نکالا ملا، کئی قتل کئے گئے جس نے معاشرتی عدل کا مطالبہ کیا۔ اُسے مسلمانوں کا دشمن قرار دیا گیا جس نے نمائندہ حکومت کی ضرورت پر زور دیا، وہ بادشاہِ وقت کا باغی قرار پایا، کسی نے عقیدہ کی اصلاح اور خالص دین کی دعوت دی تو اُسے ملحد بتایا گیا۔ بہرحال ان مصلحین نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور آج دنیائے اسلام میں جو ترقی کی رَو نظر آتی ہے اس میں ان بزرگوں کی کوششوں کا کافی بڑا حصہ ہے۔

مشرکانہ رسوم کے خلاف اور خالص توحید کی نشر و اشاعت کی تائید میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی زبردست تحریک اُٹھی۔ اس کی تفصیل بتانے کے بعد احمد امین لکھتے ہیں :۔ اس تحریک پر اتنا زمانہ گزر گیا۔ لیکن اب بھی عوام الناس پیروں اور ان کے مزاروں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ میلاد کی محفلیں ہوتی ہیں اور جو توہمات پہلے مروج تھے، ان میں کوئی کمی نہیں آئی۔

مصنف نے گو اس کی وجہ بیان نہیں کی، لیکن بات دراصل یہ ہے کہ باوجود اتنی زبردست مذہبی تحریک ہونے کے "وہابیت" زیادہ تر نظری تحریک رہی، اور اُس کا زور تمام کا تمام مناظروں پر رہا۔ بدقسمتی سے عالمِ اسلام کے اقتصادی و معاشرتی حالات ایسے تھے کہ اُس میں وہ طبقہ نہ پیدا ہو سکا، جو اس تحریک کے زیرِ اثر مسلمانوں کے سماج کو ایک ایسی منزل پر لے جا سکتا، جہاں یہ رسومات اور توہمات از خود بے کار ہو کر رہ جاتے ہیں، اس دَور کی ایک اور بڑی شخصیت خیرالدین پاشا تونسی کی ہے (۱۸۱۰ء - ۱۸۷۹ء)۔ یہ بچے تھے کہ غلام بنا کر بیچے گئے، تونس میں اُن کی پرورش ہوئی۔ اور اُنہیں قدیم و جدید علوم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ پھر وہ تونس میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ اُنھوں نے تونس میں ضروری اصلاحات کرنے کی بڑی کوشش کی۔ جسے خودغرض اربابِ اقتدار نے ناکام بنا دیا، بعد میں وہ ترکی گئے، جہاں سلطان عبدالحمید نے اُنہیں وزیرِ اعظم مقرر کیا۔ لیکن وہ صرف آٹھ ماہ اس منصب پر رہ سکے۔ ان کی شخصیت میں صدق قول، اظہارِ حق، بے خوفی، صلابت رائے، حریتِ فکر، صبر و تحمل اور برداشت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے سب اوصاف موجود تھے، اور وہ تونس کی طرح ترکی کی بھی سچے دل سے خدمت کرنا چاہتے تھے لیکن ایک تو سلطان عبدالحمید کسی ایک ایسے وزیرِ اعظم سے خوش نہ رہ سکتے تھے، جو جی حضوری نہ ہو، دوسرے بقول مصنف :-

"علمائے دین بھی اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے تھے، کیوں کہ خیرالدین اُن کی تنگ نظری سے نالاں تھے اور سمجھتے تھے کہ اُن کو اِن امورِ سلطنت میں جن سے وہ ناواقف ہیں، دخل اندازی کا حق نہیں پہنچتا۔ اس طرح دینی طبقہ اپنے مخصوص مفاد کی خاطر اُنہیں سنگ گراں سمجھتا تھا"

یہ اسباب تھے، جن کی وجہ سے تونس کی طرح ترکی میں بھی اُن کی اصلاحی جدوجہد بار آور نہ ہو سکی۔

جب خیرالدین پاشا تونس میں تھے، اور وہ وزارت سے علیحدہ ہوئے، تو بجائے کسی سیاسی سرگرمی میں حصہ لینے کے وہ ایک کتاب لکھنے میں مصروف ہو گئے جسے وہ مقدمہ ابن خلدون کی طرح اپنے دور کے مسلمانوں کے لئے ایک لائحہ فکر و عمل کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے، وہ ایک جگہ مسلمانوں کو ملامت کرتے ہیں کہ انہوں نے قوم کی اصلاح کے لئے مغربی طریقوں سے کام نہیں لیا۔ اور وہ یورپ کی ہر چیز کو حرام سمجھتے ہیں۔ موصوف نے تاریخ اسلام سے حوالے دے کر ثابت کیا کہ مسلمان دوسری قوموں کے علوم سے ہمیشہ استفادہ کرتے رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں غزوہ احزاب کے موقع پر حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے آں حضرت صلعم نے خندق کھودنے کا حکم دیا جس سے کہ عرب بالکل ناواقف تھے۔ نیز پہلے مسلمانوں نے یونانی علوم حاصل کئے جن میں منطق بھی شامل ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں جو عالم منطق نہیں جانتا، اُس کے علم پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

ایک اور جگہ خیرالدین پاشا نے لکھا ہے کہ مسلمانوں میں فطری طور پر جو آزادی اور بلند نگاہی رچی بسی ہے، اور جسے دینی تعلیم نے اور مستحکم کیا ہے، اگر وہ نئے حالات و افکار کو اپنا لیں تو وہ دوسری قوموں سے کہیں آگے بڑھ سکتے ہیں۔

خیرالدین پاشا پچھلی صدی کے بزرگ ہیں، اُس دور میں اُن کی اصلاحی کوششوں میں جو طاقتیں سدِ راہ بنی ہوئی تھیں، اُن کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :-

"مسلمانوں کی ترقی کے راستے میں دو طبقوں کی موجودگی رکاوٹ بنی ہوئی ہے، علماء دین صرف شریعت کو جانتے ہیں، اور دنیاوی اُمور سے ناواقف ہیں، اور نئے حالات سے صرفِ نظر کر کے تمام دینی احکام کی مطابقت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چاہتے ہیں۔ دوسرا [illegible] کا ہے۔ جو صرف دنیا کو دیکھتے ہیں اور دین سے ناواقف ہیں۔ اور وہ مذہب کی طرف رجوع کئے بغیر یورپ کے قوانین کا نفاذ چاہتے ہیں۔

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں، ہم پہلے طبقے سے کہیں گے کہ دنیا کو اچھی طرح پہچانو، دوسرے طبقے کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ دین سے واقفیت بہم پہنچاؤ، علماء دنیاوی معاملات چھوڑ بیٹھے جس سے ضرر پیدا ہوا۔ سیاست دان مذہبی اُصولوں سے جاہل رہے، تو اس سے بھی قوم کو نقصان پہنچا، یہ امر ضروری ہے کہ دونوں طبقوں کو ملا دیا جائے اور اُن کا تعاون حاصل کیا جائے، واجب ہے کہ دینی اصولوں کو مدِ نظر رکھا جائے، اور جن اُمور کے متعلق مذہبی احکام میں کوئی صراحت نہیں آئی ان پر قوم کی مصلحت دیکھتے ہوئے نفع اور نقصان کا حکم لگایا جائے اور عقل سے کام لیا جائے۔

یہ بات آج سے کوئی ایک صدی سے بھی کچھ زیادہ پہلے کہی گئی تھی۔ اور آج تک معلوم نہیں، ہر اسلامی ملک میں ہر مصلح نے کتنی بار اسی بات کو دہرایا ہے، لیکن افسوس علماءِ دین اور اربابِ سیاست کا اب تک ملاپ نہیں ہو سکا، اور ان کی آپس کی دُوری بڑھتی ہی جا رہی ہے، یہ دُوری کس قدر نقصان دہ ہے، اس کا سب کو اقرار ہے، لیکن اس خلیج کو اب تک کوئی پُر نہیں کر سکا۔ اور یہ مسلمانوں کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

شیخ محمد عبدہٗ (۱۸۴۹ء - ۱۹۰۵ء) کا باب کافی طویل ہے، جب وہ جامعہ ازہر میں داخل ہوئے، تو اُس وقت کے بعض علماء ازہر کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:۔

"شیخ احمد رفاعی بلاغت کی سب سے بڑی کتاب مطول کا درس دیتے تھے لیکن خود خط بھی نہ لکھ سکتے تھے ...... دوسرے شیخ علیش جو مغرب (مراکش) کے رہنے والے تھے، اُن کی شہرت اُن کی دین داری اور تنگ نظری کے سبب تھی۔ وہ معمولی سبب پر لوگوں پر کفر کا فتوٰی لگا دیا کرتے تھے۔ دوسرے علماء بھی تھے، جو ظروف و احوال کے طفیل دنیاوی معاملات اور جدید تہذیب و تمدن سے شناسا ہو چکے تھے، اُن کا ذہنی اُفق وسیع تھا ...... دوسرے شیخ حسن الطویل تھے، یہ نہایت سمجھ دار اور ذہین تھے، زندگی کے بارے میں اُن کے نظریات درست ہوتے تھے، فلسفہ پڑھاتے تھے اور زندیق سمجھے جاتے تھے، یہ تھی ازہر کی ساری کائنات جس میں محمد عبدہٗ تعلیم پا رہے تھے۔ اس تعلیم کا مدار لفظی بحث پر تھا ......"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ محمد عبدہ نے مصر کی معاشرتی اصلاح اور خاص طور سے ازہر کی اصلاح کی جو کوششیں کیں، احمد امین نے انہیں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔ ازہر کی اصلاح کوئی آسان کام نہ تھا، اس سے قبل کوئی بھی اس امتحان میں کامیاب نہ ہو سکا تھا ...... دوسرے اس سے اربابِ ازہر کی دشمنی مول لینا تھی، وہ قدیم سے اتنے مالوف ہو چکے تھے کہ اس کو داخلِ ایمان سمجھتے تھے، ہر جدت کو کفر خیال کرتے تھے۔ لفظی نزاع، جملہ کی تشریح اور غلطی کی تاویل میں اُن کی عمریں بسر ہو جاتی تھیں۔ وہ حقائق دنیا سے آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے، جو کوئی اصلاح کا بیڑا اے کر اُٹھتا، اس کے خلاف ماحول مسموم بنا دیتے۔ مذہب کی پناہ لے کر حکومت کو ڈراتے، عوام کو بھڑکاتے اور اصلاح کی آواز کا گلا دبا دیتے، ان کی کوشش ہوتی کہ چند نوجوان جو اصلاح کی آواز بلند کر رہے ہیں، اس کام سے دست بردار ہو جائیں۔

شیخ محمد عبدہ کو اپنی اصلاحی کوششوں میں ان سب مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، آخر میں وہ ازہر کی اصلاح سے مایوس ہو گئے، اور اس کے تھوڑا ہی عرصہ بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

"خاتمہ کلام" میں مصنف نے لکھا ہے کہ یہ بزرگ گزر گئے، اُنھوں نے اپنے زمانے اور اپنے ماحول کے مطابق اصلاحی کام کئے۔ ان بزرگوں نے اصلاح کا بیج بویا تھا، اور ہم نے اس کا پھل کھایا۔ جزا اور وفا کا تقاضا ہے کہ ہمارے نوجوان بھی اصلاح کے کام میں اُن کے نقشِ قدم پہ چلیں، اور آئندہ نسل کے لئے نیک کام کا بیج بوتے جائیں۔

مترجم شیخ نذیر حسین ایم اے، نے اس کتاب کا بڑا اچھا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ اتنا رواں ہے کہ یہ ترجمہ کے بجائے اصل معلوم ہوتا ہے، لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کتاب اس طرح چھاپی گئی ہے کہ اُسے دیکھ کر کسی کو خیال نہیں آسکتا کہ یہ کتاب اس قدر مفید موضوع پر ہے، جسے ہر شخص کو پڑھنا چاہیئے۔ یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسے ہر شخص پڑھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ناشرین نے اس کو عام کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ (م۔ ر)

ماہنامہ "البلاغ" کراچی

یہ ماہنامہ دار العلوم کراچی کا ترجمان ہے۔ اور اپریل ۱۹۶۷ء سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ اپریل اور مئی کے دو شمارے اس وقت ہمارے سامنے

© rasailojaraid.com